

مطالعے کی عادت۔ ایک تحریکی کی زاویہ

ڈاکٹر انیس احمد

تحریک اسلامی سے وابستہ افراد اگر آج سے ۵۰ سال قبل کے منظر نامے پر ایک نگاہ ڈالیں تو دعوت اور دعوت کے طریقوں میں کتاب کا مقام مرکزی نظر آتا ہے۔ بہت سے ایسے افراد جو تحریکی شخصیات اور دعوت سے مخالفت برائے مخالفت یا سرکاری ملازمت کی بنا پر اپنے آپ کو فاصلے پر رکھنا پسند کرتے تھے، اگر بعض حادثاتی طور پر انھیں تحریکی کتب میں سے کسی کتاب کے مطالعے کا موقع مل گیا، تو وہ دعوت اسلامی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان میں سے بعض محض ایسے ہی کسی حادثے کے نتیجے میں اس حد تک متاثر ہوئے کہ سرکاری ملازمت کو ترک کر کے تحریک کے ایک عام کارکن بننے پر آمادہ ہو گئے۔ کتاب اور تحریر کا یہ جادو محض ادبی اسلوب کی بنا پر نہیں، بلکہ ایک بات کے حق ہونے اور حق کو بلا کسی قصع، مداہنت یا شدت پسندی کے صرف سادہ الفاظ میں بیان کردینے کی بنا پر ہوا۔ بلاشبہ اس میں تحریر کے پُر خلوص اور خالصتاً لِلّهٗ ہونے کا بڑا دخل ہے لیکن کتاب اور تحریر کا یہ پہلو دعوت اسلامی کی اشاعت اور بولیت کا ایک ناقابلی تردید واقع ہے۔

اگر غور کیا جائے تو دعوت اسلامی کے الہامی طریق کار میں آسمانی صحیفوں کا بنیادی کردار رہا ہے۔ قرآن کی جانب دعوت اعظم ترین کتاب کا بغور مطالعہ کرنے، اس کے مفہوم کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات کو عملی شکل دینے کی دعوت تھی۔ اسی لیے بار بار پکار کر کہا گیا: فَإِنَّ تَذَهَّبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ (التكویر: ۲۶-۲۸)، یعنی تم کدھر بھلکے چلے جا رہے ہو؟ آؤ اس کتاب کی طرف! یہ کتاب تو سارے جہاں والوں کے لیے ایک نصیحت ہے، تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو راہ راست پر چلنا چاہتا ہو۔ ایک دوسرے مقام پر

فرمایا گیا: ”یہ اپسے صحیفوں میں درج ہے جو کرم ہیں، بلند رتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کا تجویز کے ہاتھوں میں رہتے ہیں“۔ (عبس ۸۰: ۱۲-۱۶)

الکتاب کی اہمیت کو جگہ جگہ بیان کرتے ہوئے تعلیم دی گئی کہ ”اس کا مطالعہ ٹھیک ٹھیک کر ہر ہر لفظ پر غور کرتے ہوئے کیا جائے“ (المزمول ۵: ۲۷-۳۷)۔ اس کی تلاوت میں بھی تیزی اور جلدی نہ اختیار کی جائے کیونکہ اس کا اصل مقصد محض ثواب کا حصول نہیں بلکہ اس کتاب ہدایت کو سمجھ کر اسے زندگی کے معاملات میں نافذ کرنا ہے۔ اسی بنا پر بار بار یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ یہ کتاب چونکہ ہدایت ہے اس لیے اسے سادہ اور آسان بنادیا گیا ہے تاکہ ایک عام طالب حق بھی اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ ”بلاشہہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنادیا تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں“ (الدخان ۳۳: ۵۸)۔ اس عظیم کتاب سے دُوری اور تعلق میں کی نہ صرف دنیا کی زندگی میں انسان کو ہدایت سے دُور کرتی ہے بلکہ آخرت میں محرومی اور سخت جواب دی سے دوچار کرتی ہے۔ ”اور رسول کہیں گے: اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کیا ہوا تھا“۔ (الفرقان ۲۵: ۳۰)

قرآنِ کریم سے قریبی تعلق اور اس پر مسلسل غور تحریکِ اسلامی کی دعوت کا پہلا مطالبه ہے۔ پورے اعتناد سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تحریکِ اسلامی، ترجمہ قرآن، یعنی قرآن کو اپنے معاملات میں نافذ کرنے کی دعوت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریک سے واپسی اور فکر کوتاازگی دینے کے لیے ضروری ہے کہ ان تحریرات کا مطالعہ کیا جائے جو قرآن و سنت پر منی فکر کو پیش کرتی ہیں اور آج کے مسائل کے اسلامی حل کی طرف نشان دہی کرتی ہیں۔

یہ خیال بے بنیاد ہے کہ ایک تحریکی کارکن نے اگر تحریک سے تعارف کے وقت چند کتابوں کا مطالعہ کر لیا تھا اور تحریک میں شامل ہو گیا تھا، یا نصابِ رکنیت پر سرسری نظر ڈال کر رکن بن گیا تھا اور پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ذمہ دار بھی بن گیا، تو اس کا وہ سرسری مطالعہ اسے دین کا معتبر علم دینے کے لیے کافی ہے۔

تحریک کے تحریک رہنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ہر کارکن تحریک فکر رکھتا ہو اور نہ صرف اسai کتب بلکہ اسلامی مصادر سے بھی پوری واقفیت رکھتا ہو۔ تحریک جس بات کی دعوت دیتی ہے

وہ محض سڑکوں پر اپنی قوت اور تعداد کا مظاہرہ نہیں ہے، بلکہ اسلام کی فکر کی برتری، تازگی اور عصری مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ ہر لمحے قرآن کریم کے علم میں اضافہ ہو۔ اگر اس نے تفہیم القرآن کا اول تا آخر مطالعہ کر لیا ہے تو خود تفہیم القرآن کی انفرادیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہو گا کہ عصری تفاسیر میں سے کم از کم تین چار تفاسیر کا مطالعہ کرے۔ اور پھر دیکھ کر قرآن کریم کی جامع اور عملی تعلیمات کس طرح آج کے دور میں جاری و ساری کی جائیتی ہیں۔

اسے نہ صرف قرآن کریم بلکہ سیرت پاک کا مطالعہ اس زاویے سے کرنا ہو گا کہ آپؐ کی حیات مبارکہ آج کے دور کے مسائل کے بارے میں کیا ہدایات دیتی ہے، اور اس کی ذاتی، خاندانی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی زندگی میں اس مطالعے کے نتیجے میں کیا تبدیلیاں ہوئی چاہیں۔

اسے فتنہ کی کم از کم اتنی معلومات ہوں کہ وہ حلال و حرام میں فرق کر سکے اور نبیادی عبادات و معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کر سکے۔ ایک داعی محض ایک جوشیلا مقرر نہیں ہوتا کہ دوسروں کو گفتار میں شکست دے سکے، بلکہ اس کا اصل کام شکست دینے کی جگہ دوسرے کو جیتنا، اپنے سے قریب لانا اور مخالف کے کیپ سے وابستہ افراد کو اپنی جماعت کی طرف راغب کرنا ہے۔ دین کی حکمت نہ کبھی یہ تھی نہ آج ہو سکتی ہے کہ مخالفین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور اپنے ہر تیز اور نوکیلے جملے سے انھیں مجروح کر کے لطف اٹھایا جائے، بلکہ دین کا مطالبہ ہے کہ جو کل تک دشمن جان تھے انھیں اپنے قول لئیں اور حکمت و محبت سے ولیٰ حمیم بنایا جائے۔ داعی کی بات اور طرزِ عمل وہ ہو جو پھول کی پتی سے ہیرے کے جگر کو دولخت کر دینے والا ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب سیرت پاک کا مطالعہ اسلوبِ دعوت، استقامت و صبر اور دعوت کی حکمت کو سمجھنے کے لیے کیا جائے۔ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ جو کارکن اور ذمہ دار ان تحریک سے ۲۰، ۳۰ یا ۴۰ سال سے وابستہ ہیں انہوں نے اس عرصے میں سیرت پاک کے حوالے سے اپنی معلومات اور علم میں کتنا اضافہ کیا ہے اور سیرت سرور عالم کے علاوہ کون سی کتاب گذشتہ دوسروں میں پڑھی، اور کیا واقعی سیرت سرور عالم کو بھی اس طرح پڑھا ہے جیسا اس کا پڑھنے کا حق ہے؟

ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ اسلامی تحریک کے علاوہ اپنے زمانے کے افکار، تصورات، تحریکات کا بھی دقت نظر سے مطالعہ کیا جائے، اور اسلام اور اسلامی تحریکات کو جو فکری اور تہذیبی پیش

درپیش ہیں ان کو سمجھ کر ان کے مقابلے کی علمی اور عملی استعداد پیدا کی جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کارکن اور قیادت ان پہلوؤں سے اپنے آپ کو باخبر رکھیں اور صرف ماضی کے سرمایہ فکر پر قناعت نہ کریں۔

تحریکِ اسلامی کی ترقی اور کامیابی کا پہلا زینہ خود داعی کی فکری ترقی سے وابستہ ہے۔ اگر مطالعہ نہیں کیا جائے گا تو ہمارا ذہن نئے زاویوں اور تبادل حل تلاش کرنے سے قاصر رہے گا اور ہم روایت کے شکنجه میں گرفتار ہو کر ایک ضابطے کی جماعت بن جائیں گے، جو دستور اور ضوابط کی تو پابند ہو لیں دستور کی روح اور ضوابط کی حکمت سے مکمل طور پر نہ آشنا ہو۔ اس کا نام موجود ہے، اس کا نام fossilization ہے، اس کا نام قدامت پرستی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اسے روایت، اشرافیت اور تقویٰ کا نام دے کر اپنے آپ کو خوش کر لیں۔

کتاب کا لکھر جب تک زندہ رہے گا تحریک بھی زندہ اور تحریر رہے گی۔ ہرئی آنے والی فکر ایک داعی کو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے اور وہاں سے ہدایت حاصل کرنے پر راغب کرے گی، اور وہ اس نام نہاد عالم گیریت کے دور میں نوزائیدہ مسائل پر اجتہادی رائے دے سکے گا۔ اگر اس نے مطالعہ ترک کر دیا تو وہ مقلد تو بن سکتا ہے قائد نہیں بن سکتا۔ تحریکِ اسلامی کی بنیادی کوشش یہی رہی ہے کہ وہ ہر کارکن میں قائدان صلاحیت پیدا کر سکے اور وہ ہر صورت حال سے تحریکی ذہن اور اسلام کے بیانے ہوئے اخلاقی ضابطے کی روشنی میں نہیں کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

تحریکات کی زندگی کا تعلق ان کی قیادت کی طرف سے مسلسل فکری غذا کا فراہم کرنا ہے۔ اگر یہ فکری غذا نہ صرف سیاسی مسائل پر بلکہ خالصتاً علمی مسائل پر بھی یکساں طور پر ضروری ہے۔ اگر ہمارا عالمی سطح پر معاشی، معاشرتی، اسلامی، مین الاقوامی معاملات پر مطالعہ سطحی ہو گا تو تحریک بھی دن بدن فکری محدودیت اور افلاس کا شکار ہو گی۔ اگر اس کے ساتھ صورتِ حال کچھ یوں بھی ہو کہ تحریکِ اسلامی کی قیادت نے اب سے ۵۰ سال قبل جو تجزیہ اور مسائل کا حل تجویز کیا ہو، اس پر بھی تحقیقی نگاہ نہ ہوتی پھر تحریک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اس عمل کے جاری رکھنے کے لیے تحریکی قیادت کو خود اپنی مثال پیش کرنی ہوگی اور نئی فکر کی تخلیق کے ذریعے فکر کے نئے زاویوں کی طرف نشان دہی کر دی ہو گی۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا مودودی

نے جس بنیاد پر ایک تحریکی تحقیقی ادارے کی بنیاد کر پاچی میں رکھی تھی، اس کے ایک عینی شاہد کی حیثیت سے، ممیں سمجھتا ہوں کہ ان کے سامنے ایک ایسی ٹیم کی تیاری تھی جو نہ صرف ان کی فکر کو بلکہ ان کی فکر سے آگے علم و عمل کے نئے افق تلاش کرے اور تحریک کی علمی ترقی میں تعمیری کردار ادا کر سکے۔

یہ مستقبل کے لیے ایک علمی انتاش تیار کرنے کی خواہش کا اظہار تھا۔ یہ اس عزم کا اظہار تھا کہ تحریک کو نہ ہوں علمی بنیاد پر قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت پاک اور مسلم علماء و مفکرین کے کاموں سے براہ راست روشناس کرنے کے بعد نئے تحریکی لٹریچر کی تصنیف اور فکری قیادت کے لیے تیار کیا جائے۔ یہ محض مولانا کے اپنے رسائل کے ترجمے یا انھیں مختلف مجموعوں میں مرتب کردینے کا کام نہ تھا بلکہ بدلتے حالات میں جرأت، ذمہ داری اور نصوص پرمی علم کے ذریعے ملک اور بیرون ملک ہدایت کے طالب انسانوں تک دعوت پہنچانے کے لیے ایک پوری نسل کو تیار کرنے کی خواہش کا اظہار تھا۔

آج تحریک جس دور سے گزر رہی ہے اس میں نہ صرف تازہ فکر کی بلکہ جو فکر سید مودودی نے پیش کی خود اس کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سید مودودی کی بعض تحریرات ایسی ہیں کہ انھیں جتنی مرتبہ پڑھا جائے اتنی مرتبہ کوئی نیا پہلو سامنے آتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ بطور ایک پالیسی کے تحریک سے وابستہ افراد میں مطالعہ کی ثقافت کو حلقة ہائے فکر کے ذریعے زندہ کیا جائے اور کھلے ذہن کے ساتھ نہ صرف تحریکی قائدین بلکہ دیگر اسلامی مصادر کے تحقیقی مطالعہ کو اختیار کیا جائے۔

دعوتِ اسلامی کا پہلا مرحلہ فکری انقلاب ہے۔ جب تک فکر تبدیل نہ ہو، معاشرتی تبدیلی، سیاسی انقلاب اور تبدیلی قیادت ایک زیبائیش تو ہو سکتی ہے حقیقت نہیں بن سکتی۔ دل و دماغ کا پورے اعتماد کے ساتھ یک سوہونا دعویٰ کامیابی کا پہلا مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ اگر کمزور ہو گا تو آسمان کی بلندیوں تک جو عمارت بنے گی وہ ٹیڑھی اور بودی بنیاد پر ہو گی۔ اس کی ظاہری عظمت اسے زیادہ عرصہ برقرار نہیں رکھ سکتی۔ وہ زمین کی معنوی حرکت سے بلندیوں سے گر کر نشیب کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

جس شجر طیبہ کی مثال قرآن کریم نے دی ہے اس کی بنیاد کتاب عظیم پر ہے، اور کتاب عظیم یہ حکم دیتی ہے کہ نہ صرف ایک عام کارکن اور ذمہ دار بلکہ خود ہادی اعظم اقرأ کے حکم پر عمل کریں۔ قرآن کریم اور تحریکی لٹریچر کا بغور اور بار بار مطالعہ ہی تحریک کوئی فکر کی تخلیق کی طرف ابھار سکتا ہے۔ جب تک فکر میں ندرت اور تازگی نہ ہو، تحریک قومی اور عالمی افق پر مقام قیادت حاصل نہیں کر سکتی۔